عظمی نورین
Lecturer, Govt Women University, Sialkot
Ph.D Scholar (Urdu) GC Women University, Sialkot
محمد محسن خالد
Lecturer, Govt Shah Hussain Associate College Chung, Lahore
Ph.D Scholar (Urdu) Northen University,Nowshehra

مدرسانہ تحقیق کے مبادی واصول: جامعاتی تحقیق کے تناظر میں

Abstuct

Rudiments of Pedagogical Research

Research is an art in its meaning but in its broader sense, it is the name of a mental attitude and lifestyle. Research also relates to literature and social sciences.Research is of great importance in scientific studies.Research is about discovering and verifying facts.Scientific methods are invariably used in research.The main reason for the substandard research in the educational institutions is not considering the intrest of the students in topics.The students are hardly allowed to select the topics of their choice.Research requires the individual to think and rethink.It's only because of the research that modern human society has seen new heights in material and technological development, which were hitherto a dream for the mankind.

ذہین آدمی غور وفکر کا عادی ہوتا ہے۔زندگی کے عام مسائل سے متعلق عموماً اور جن مسائل سے اسے خاص دل چسپی ہوتی ہے ان سے متعلق خصوصاً وہ سوچتا رہتا ہے یا سوچنے پر مجبور ہوتا ہے۔ وہ فطرتاً ترقی پسند ہے اور اپنے حالات کو بدلنا یا بہتر بنانا چاہتا ہے۔اس لیے اس کے دماغ میں نئے نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں یا پرانے مسائل سے متعلق نئے نئے پہلو اور شکوک اس کے سامنے آتے ہیں، وہ ان مسائل اور شکوک کو دور کر کے یقین میں بدلنا چاہتا ہے۔یہیں سے تحقیق کی ابتدا ہوتی ہے۔

تحقیق اپنے مخصوص معنوں میں ایک فن ہے مگر اپنے وسیع معنوں میں یہ ایک ذہنی رویے اور ایک طرز زیست کا نام ہے۔سُنی سنائی، بنی بنائی اور گھڑی گھڑائی چیزوں کو بے سوچے سمجھے، بے آنکے پرکھے، بے جانچے تولے قبول نہ کرنے کا رویہ حقائق کی نئی راہیں اور دقائق کی نئی سمتیں کھولتا اور متعین کرتا ہے۔تجسس، کم یقینی یا دیر یقینی کا رویہ انسان کے ساتھ خاص نہ ہوتا تو کتنے ہی مسئلے نامکمل اور کتنے ہی عُقدے ناکشودہ رہ جاتے اور انسان اپنے آغاز سفر کے پہلے ہی پڑاؤ پر بیٹھا رہ جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ متاخرین نے مستقدمین کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے تحقیق و تدفین کی نئی راہیں ایجاد کیں اور نئی سمتوں کے در وا کیے۔

تحقیق ادب اور سماجی علوم سے بھی وابستہ ہوتی ہے۔تحقیق ایک بہت ہی مشکل اور صبر آزما عمل ہے۔تحقیق ہر آزمائش کا تقاضا کرتی ہے۔علمی مطالعہ میں تحقیق کو بڑی معنویت حاصل ہے۔ تحقیق کے لیے دلچسپی، سچی لگن اور جنون درکار ہے، محقق کو اپنے موضوع یا تحقیقی کام پر اپنا سب کچھ قربان کرنا پڑسکتا ہے۔ان پریشانیوں اور دقتوں کے پیش نظر اکثر لوگوں نے تحقیق سے دوری اختیار کر کے تنقید کو ہی اپنا موضوع منتخب کر لیا۔جدید دور میں آزادی سے قبل یا آزادی کے بعد سے متعلق مواد حاصل کرنا چاہیں تو بہت سی پریشانیوں کے بعد بھی اتنا مواد اور معلومات حاصل نہیں ہوتیں کہ جس سے تشنگی ختم ہو جائے۔تحقیق کرتے وقت زندگی کے مختلف پہلوؤں کا مدلّل اور سائنسی طرز پر مطالعہ کرنا بہت ضروری ہے۔

تحقیق حقائق کو دریافت کرنے اور ان کی تصدیق کرنے کا نام ہے۔تحقیق ایسا عمل ہے جس سے صحیح اور غلط کے درمیان فرق کیا جا سکتا ہے۔تحقیق کر اُردو ادب میں محض تلاش، تفتیش،

تدوین اور تالیف سمجھا جاتا رہا ہے۔ تحقیق کے لیے کوئی مواد تلاش کر کے درج کر دینے پر ہی اکتفا کر لیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تحقیق کی جدید تعریف کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کی حدود اور مبادیات کا لحاظ رکھنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ حالانکہ ضروری یہ ہے کہ تحقیق کو جدود اصطلاحی مفہوم کی روشنی میں دیکھا جائے۔

تحقیق کے لغوی اور اصطلاحی معنوں میں فرق ہے۔ تحقیق پانچ حرفوں پر مشتمل لفظ ''باب تعفیل'' کا مصدر ہے جس کا مادہ (ح،ق،ق) ہے۔ لغت میں اس کے معنی ''تلاش، جستجو، کھوج، تفتیش، دریافت اور چھان بین'' کے ہیں۔ یہ لفظ Reaserch کا مترادف ہے۔ ویبسٹر لغت میں اس کے معنی ''مخصوص اور مفصل تنقید یا تجزیہ'' کے ہیں۔

محققین نی تحقیق کی مختلف تعریفیں بیان کی ہیں:

قاضی عبدالودود:

''تحقیق کسی امر کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنے کی کوشش ہے''۔(۱)

عندلیب شادانی:

''تحقیق یعنی ریسرچ کا مطلب یہ ہے یا تو نئے حقائق دریافت کئے جائیں یا پھر معلوم حقائق کی کوئی ایسی نئی تعبیر پیش کی جائے کہ اس سے ہماری معلومات میں اضافہ ہو جائے۔''(۲)

پروفیسر عبدالستار رودلوی:

''تحقیق کسی مسئلے کے قابل اعتماد حل اور صحیح نتائج تک پہنچنے کا وہ عمل ہے جس میں ایک منظّم طریقہ کار، حقائق کی تلاش، تجزیہ اور تفصیل کاری پوشیدہ ہوتی ہے۔''(۳)

ڈاکٹر جمیل جالبی:

''تحقیق دراصل تلاش و جستجو کے ذریعہ حقائق معلوم کرنے اور ان کی تصدیق کرنے کا نام ہے۔ یہ ایک ایسا علم ہے جس سے آپ صحیح اور غلط میں امتیاز کرتے ہیں اور پھر صحیح کی، مدد سے اپنی منزل کی طرف بڑھتے ہیں۔''(۴)

ڈاکٹر سید عبداللہ:

''تحقیق کے لغوی معنی کسی شے کی حقیقت کا اثبات ہے۔اصطلاحاً یہ ایک ایسے
طرز مطالعہ کا نام ہے جس میں موجود مواد کے صحیح یا غلط کو بعض مسلمات کی روشنی
میں پرکھا جاتا ہے۔''(۵)

مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تحقیق ایک عالمانہ تفتیش ہے جو کوئی معاشرہ نئے علم کی تخلیق کے لیے انجام دیتا ہے۔ادبی تحقیق ،تخلیق کار کی دُنیا اور تجربات کو محسوس کرنے کے لیے پیدا ہونے والے سوالوں کا جواب تلاش کرتی ہے۔یہ سوالات کرداروں،منظروں،ثقافتوں ، اسلوبوں، خیالوں اور ادبی تحریکوں سے متعلق ہو سکتے ہیں اور ان کا جواب سماجی،ثقافتی ،نفسیاتی اور فلسفیانہ علوم کے حوالے سے دیا جاتا ہے۔

تحقیق کا مقصد حقائق کی دریافت ہے۔ایسے موضوعات جن میں تنقیدی تعبیرات کا عمل دخل ہو،تحقیق کے دائرے میں نہیں آتے۔تنقیدی صداقت،تنقیدی تعبیرات کا نتیجہ ہوا کرتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ایک ہی مسئلے پر مختلف آراء سامنے آتی رہتی ہیں۔جب تک کہ تحقیق میں اختلاف رائے کی اس طرح گنجائش نہیں ہوتی۔تحقیق کا مقصد شک یا قیاس کے ذریعے حقیقت تک رسائی حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے نہ کہ فن پارے کی توضیح و تشریحات کا مفصل اظہار۔

تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ ادب پارے کے بارے میں پہلے سے موجود علم میں اضافہ ہو سکے اور اس کی مبادیات کو سمجھا جا سکے۔خواہ تعریفات، بیانات اور تجربات کی صورت میں خواہ اعداد و شمار اور تقابلی مطالعے کے انداز میں۔جامعات میں عموماً تحقیق کا یہی طریقہ رائج ہے۔

تحقیق کرتے وقت مسلسل عمل،دل جمعی اور پوری جدوجہد کے ساتھ نام ونمود سے دور رہتے ہوئے کسی خاص موضوع سے متعلق نئے حقائق کی تلاش یا معلوم اور موجود حقائق کا دوبارہ جائزہ اور اس کی بازیافت کی جاتی ہے۔یہ ضروری نہیں ہت کہ جس موضوع سے متعلق تحقیق کی جارہی ہے یا اس پر تحقیق کی گئی ہے صحیح ہو۔تحقیق پوری کی پوری صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی،تحقیق کا کچھ حصہ صحیح بھی ہو سکتا ہے اور کچھ حصہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔تحقیق شدا کام ہو جانے سے اس کا مقصد فوت نہیں ہو جاتا۔

اسلام میں کسی مسئلے پر عمل پیرا ہونے کے لیے سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔اگر قرآن میں اس مسئلے کا حل نہ ہو تو حدیث ہے۔اگر یہاں بھی نہ ہو تو اجماع امت

کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے،اور اگر اس جگہ بھی اس مسئلے حل نہ ہوتو سب سے آخر میں قیاس میں نمبر آتا ہے۔ یہاں اس مسئلہ کے متولق سوچنے اور غور وفکر کرنے کے بعد جو صحیح اعر درست سمجھا جائے گا،اس پر عمل کیا جائے گا۔صحیح سمجھتے ہوئے جس مسئلہ پر عمل کیا گیا ہے اگر وہ غلط ہوتو ایسا نہیں کہ عامل گنہگار ہوگا۔اگر مسئلہ صحیح ہے تو دوگنا ثواب ورنہ آدھا ثواب ملے گا۔یہی مواملہ تحقیق کا ہے کہ تحقیق شدہ چیز غلط ہوگئی تو ایسا نہیں کہ اس کی ساری محنت اور کوشش رائیگان اور ضائع ہوگئیں بلکہ یہی کام دوسرے محققین کو تحقیق کی طرف راغب کرتا ہے۔

جو چیزیں ہمارے سامنے نہیں ہیں،جن کے بارے میں ہم نہیں جانتے،انہیں ڈھونڈنا اوران سے متعلق معلومات حاصل کرنا،اوراسی طرح جن چیزوں کے بارے میں ہم کچھ جانتے ہیں۔مگر وہ ہمارے سامنے واضح نہیں ہیں ان کو وضاحت کے ساتھ پیش کرنا ہی محقق کا کام ہے۔ فطرتاً ہرفرد محقق واقع ہوا ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں تحقیقی عمل کرتا ہے۔

مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تحقیق کا مقصد نامعلوم حقائق کی تلاش اور معلوم حقائق کی توسیع یاان کی خامیوں کی تصیح ہے۔ان دونوں کانتیجہ حدودِعلم کی توسیع ہےاور حدودِعلم کی توسیع انسانی ترقی کاباعث ہے۔اسی لیے کیلی (معروف مغربی نقاد) کی رائے میں تحقیق سب سے مشکل کام ہے جس کو سماج نے دوسری تمام سرگرمیوں سے ممیّز کیا ہے اور جس میں صرف چندلوگ مشغول رہتے ہیں۔وہ کسی نئے انکشاف کوجن گ میں مارے جانے یامذہب کے لیے زندگی وقف کردینے پر ترجیح دیتے ہیں۔

تہذیب یافتہ سماج خودکو جاننے اور سمجھنے کی پوری کوشش کرتا ہے اور وہ اپنی اس کوشش میں اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ اس کے پاس اپنے آباء واجداد کے کارناموں کی مکمل تاریخ نہ ہو۔اس تاریخ کومرتب کرنے میں ادبی کارناموں اورادبی تاریخ کی کھوج اوران سے متعلق حقائق کی تعبیر وتشریح کی ضرورت ہتی ہے۔حقائق کو دریافت کرنے اور ان کی تصدیق کرنے کانام تحقیق ہے۔تحقیق کے ذریعے صحیح اور غلط کے مابین امتیاز کیا جاسکتا ہے۔ ایک بے حد خشک موضوع کا نام تحقیق ہے۔تحقیق خشک ہی نہیں بلکہ مشکل بھی ہے۔اس سے بھی مشکل بلکہ مشکل ترین کام کسی فن پارے کی ترتیب وتدوین ومتن ہے۔فنِ تحقیق جس کا ایک اہم حصہ ترتیب وتدوین متن ہے،تقاضا کرتا ہے کہ خلوص و دیانت داری سے کام لیا جائے۔یہاں

جذبات ورواداری حمایت یا مخالفت اور قیاس آرائی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ تحقیق سے ماضی کی صحیح بازیافت کی جاتی ہے۔

ادبی تحقیق بالخصوص متنی تنقید کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ تحقیق کے بغیر تخلیقی ادب کی معیاردی اور صحیح تنقید ناممکن ہے۔ صحیح متن کے پیشِنظر نہ ہونے اور تخلیق کے صحیح پس منظر کو سمجھے بغیر جو بھی تنقیدی نتائج برآمد کئے جائیں گے ان کی صحت اشتباہ سے خالی نہیں ہوگی۔ تحقیق کے بغیر تنقید منزل تک نہیں پہنچ سکتی۔ تحقیق کی مدد سے تخلیق کی ادبی حیثیت کا تعین، تخلیق کار کے سماجی ومعاشی ماحول اس پر اثر انداز ہونے والے عوامل اور تخلیق کار کی ذہنی ارتقاء کو صحیح طریقے سے سمجھا جاسکتا ہے تاریخی تنقید میں تحقیقی نقطہ نظر کے بغیر نقاد غلطیوں کا ارتکاب کرسکتا ہے۔

تحقیق میں عموماً سائنسی طریق کار استعمال کیا جاتا ہے بلکہ یوں کہا جاتا ہے کہ تحقیق بنیادی طور پر سائنسی طریق کار کی مرہونِ منت ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ سائنسی طریقے سے کی گئی تحقیق کا نتیجہ چند دنوں میں حاصل نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے لیے برسوں کاوشیں کرنا پڑتی ہیں۔ ادب تحقیق و تنقید سے متعلق ہے۔ ایک وقت تھا جب ادب کا تعلق صرف تنقید اور تبصرے سے تھا۔ معاشرتی علوم وفنون کے وجود میں آنے کے بعد تحقیق کو ادب کے زُمرے میں شامل کیا گیا جس سے ادب داخلی تحقیق کا موضوع بن گیا اور محقق تجرباتی عمل کی حدود سے باہر نکل آیا۔ داخلی تحقیق کے رجحان نے ادب میں خارجی تحقیق کے امکانات بھی پیدا کیے ہیں۔

خطا انسانی عمل کی تفہیم اور نئے حقائق کی دریافت میں ایک محرک کا کردار ادا کرتی ہے۔ محقق کسی بھی چیز کو اس نظر سے دیکھے کہ اس میں کوئی غلطی یا چُوک ہوئی ہوگی۔ ایک محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر کام کو شک کی نظر سے دیکھے کہ اس میں ضرور غلطی ہوئی ہوگی۔ تحقیق کی ضرورت کسی بھی چیز یا معاملے میں شک پیدا ہوجانے سے ہوتی ہے۔ تحقیق کی ابتدا شک سے ہوتی ہے، جب تک شک پیدا نہیں ہوگا تحقیق نہیں ہوسکے گی۔

معروف مغربی نقاد ایلٹک نے ٹھیک کہا ہے:

''اچھا محقق ہونے کے لیے اچھا متشکک ہونا ضروری ہے۔''(۶)

ایلٹک نے اپنی ذات کو بھی شک کی نظروں سے دیکھنے کی ہدایت کی ہے۔ کسی بھی مواد

میں شک پیدا ہونے کے بعد اسے دستیاب کر کے جائزہ لیا جاتا ہے اور کوئی فیصلہ صادر کیا جاتا ہے کہ مشکوک معاد کس حد تک صحیح ہے یا غلط۔ اس مواد پر فیصلہ کرنے کے لیے لکھنے یا بیان کرنے والے کو بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ کتنا معتبر ہے اور اس کے بیان و دلائل کتنے ثِقہ ہیں؟ اسلام میں محدثین نے تخریجِ حدیث کے جو اصول بنائے ہیں وہ آج بھی دینی تحقیق میں رائج ہیں اور ان سے استدلال کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاں کی یہ رائے اس حوالے سے بڑی معتبر ہے:

''روایت کے بارے میں ان کے حزم واحتیاط کا عالم یہ تھا عام خلفاء یا سلاطین کے حالات اس وقت تک بیان نہیں کرتے تھے جب تک کہ ان کے پاس آخری راوی سے کے کر چشم دید گواہ تک تسلسل کے ساتھ روایت موجود نہ ہو۔ یعنی جو واقعہ لیا جائے اور وہ اس شخص کی زبانی ہو جو خود شریک واقعہ رہا ہو اور اگر وہ خود شریک واقعہ نہیں تھا تو اس واقعے تک تمام درمیانی راویوں کے نام ترتیب کے ساتھ بیان کئے جائیں اور ساتھ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ وہ لوگ کون تھے؟ کیسے تھے؟ ان کے مشاغل کیا تھے؟ ان کا کردار کیسا تھا؟ ان کی سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ کہاں تک تھے؟ سطحی الذہن تھے یا نکتہ رس تھے؟ عالم تھے یا جاہل؟''(۷)

ان باتوں کا پتہ لگانے کے لیے بہت سے محدثین نے اپنے زندگیاں وقف کر سیں۔ اگر راوی پر کذب، تہمت، بدعت، غفلت، ثقافت کی مخالفت یا حافاطے کی کم زوری وغیرہ کا الزام ہے تو محدثین نے بلا تکلف اس راوی کو مجروح اور اس کی روایت کو مرُدود (موضوع) قرار دیا ہے۔ راوی یا درمیانی راویوں کی بنیا پر حدیثوں کی کئی قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

مغربی محققین نے اسلامی طرز تحقیق اور محدثین کے بنائے اصولوں سے استفادہ کر کے اپنی تحقیق کے معیار کو بلند تر کیا ہے۔ ان کے بہت سارے اصول محدثین کے اصولوں سے ماخذ و استفادہ ہیں۔ اردو محققین اہلِ مغرب سے بے حد متاثر اور مرعوب نظر آتے ہیں، انہوں نے مغربی محققین کے بنائے اصول تحقیق کو بلا تامل اپنایا جب کہ ہمیں چاہیے کہ اسلامی طرز تحقیق کو اختیار کریں اور روایت و درایت کے معاملے میں محدثین کے بنائے گئے اصول پر عمل پیرا ہونے کی حتی

الامکان کوشش کریں تبھی اُردو تحقیق کا معیار کا بلند ہوگا۔

تحقیق کا حق وہی ادا کرسکتا ہے جو ایماندار، دیانت دار، ذمہ دار اور مخلص ہو۔اس میں جذبات، قیاس آرائی اور بے جا حمایت ومخالفت کی گنجائش نہ ہو۔تحقیق کے لیے تخیل ضروری ہے۔ایک شاعر کے لیے تخیل جتنا ضروری ہے۔محقق کے لیے بھی اتنا ہے ضروری ہے۔محقق اسی کی مدد سے نئی نئی باتیں سوچتا ہے، تخیل کی بلند پروزی کے بغیر انسان حقائق جمع تو کرسکتا ہے مگر اکتشافات نہیں کرسکتا۔

تحقیقی ایک فن بھی ہے،ایک پیشہ اور لگن بھی ہے، یہ ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔تحقیق کاری ایک لذتِ مسلسل ہے۔عجیب بات یہ ہے کہ جو ایک بار اس راہ پر چلا نکلا زندگی بھر پھر اسی کا ہو رہا۔یہ الگ بات ہے کہ تحقیقی کاموں میں کوئی خاص پذیرائی اور شہرت و ناموری حاصل نہیں ہوتی۔کوئی ادارہ محقق کو انعام سے نہیں نوازتا اور نہ ہی اس کے پرستار ہوتے ہیں۔

تحقیق عام طور پر دو جگہوں میں کی جاتی ہے۔ایک درس گاہوں میں اور دوسرا درس گاہوں کے باہر یا نجی یا ذاتی طور پر۔درس گاہوں میں تحقیق کرنے والوں کی مزید دو ذیلی شاخیں ہوتی ہیں،ایک ریسرچ اسکالر اور دوسرے نوعمر اساتذہ جو پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری کے لیے تحقیق کرتے ہیں۔یہ کثیر تعداد میں ہوتے ہیں۔طلبا کے ذریعے کی جانے والی تحقیق کم میعاری ہوتی ہے۔ پاکستان اور پاکستان سے باہر بہت سی یونیورسٹیاں ایسی بھی نہیں جہاں ایم۔اے کے بعد ایم۔فل بھی کروایا جاتا ہے۔ایم۔فل میں عام طور پر تحقیق وتنقید سے متعلق امتحانات بھی ہوتے ہیں ایم۔فل میں تحقیق اور تنقید کے اصول وضوابط اور طریق کار بتائے جاتے ہیں۔ایم۔فل کے بعد ریسرچ اسکالر کو تحقیق کرتے وقت کسی فن پارے میں ترتیب وتسوید میں دقتیں کم ہوتی ہیں مگر وہ طالب علم جو ایم۔اے کے فوراً بعد پی،ایچ،ڈی میں داخلہ لے لیتے ہیں انہیں زیادہ دقت ہوتی ہے۔

درس گاہوں میں تحقیق کے غیر معیاری ہونے کی بڑی وجہ طالب علم کی دلچسپی ملحوظ خاطر نہ رکھنا ہے۔طالب علم کو اس کی دلچسپی کے مطابق عنوان نہین دیا جاتا۔بعض اوقات ریسرچ اسکالر کے مزاج سے مختلف موضوع دے دیا جاتا ہے۔اس موضوع سے دلچسپی نہ ہونے کی وجہ سے تحقیق کا حق ادا نہین ہو پاتا۔اس قسم کی تحقیق غیر معیاری ہوتی ہے۔اس کے ذمہ دار نگراں اور اراکین ہوتے ہیں جو اس قسم کا موضوع طالب علم کع الاٹ کرتے ہیں۔

درس گاہوں کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جس نے معیاری تحقیق کا نمونہ پیش کیا ہے۔ یہ جماعت ان تجربہ کار اساتذہ کی ہے جنہوں نے تحقیقی کام کسی سند یا ڈگری لینے کے حصول کے لیے نہیں بلکہ اپنے شوق اور دلچسپی کے لیے کیا ہے۔ان اساتذہ کی تحقیق معیاری ہوتی ہے اور انہیں اساتذہ سے معیاری اور بہتر تحقیق کی توقع کی جا سکتی ہے۔اس کے علاوہ محققین کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جس نے یونیورسٹیوں سے باہر نکل کر نا قابل فراموش تحقیقی کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ان کی تحقیق مقدار میں کم ضرور ہے مگر معیار میں بلند و بالا ہے۔ایک محقق کو تحقیقی کام شروع کر نے سے پہلے دورانِ تحقیق کئی باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔سب سے پہلے سے کچھ نا کچھ معلومات رکھتا ہو۔موضوع کے انتخاب میں ذہنی صلاحیتوں ک لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے۔

تحقیق کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہوگی ان کی فراہمی پر بھی نظر ہونی چاہیے۔تحقیقی موضوع کے لیے ایک خاکہ ہونا چاہیے بغیر کسی خاکے کے موضوع کی تکمیل صحیح طریقے سے نہیں ہوسکتی اور نا ہی یہ کام واضح اور منظّم ہوسکتا ہے۔تحقیق کے لیے ایسے موضوع کا انتخاب ہونا چاہیے جس پر آزادانہ قلم اُٹھایا جا سکے۔محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ راست گفتار اور عصبیت سے پاک ہو۔ تحقیق میں دروغ گوئی،مبالغہ اور تعصب کے لیے کوئی جگہ نہیں۔تحقیقی زبان میں تشبیہات و استعارات کے استعمال سے احتراز کرنا چاہیے۔تحقیق کی عبارت ایسی ہونی چاہیے جو با آسانی سمجھ میں آجائے۔تحقیقی عبارت کا واضح اور غیر مبہم ہونا بہت ہے ضروری ہے۔

مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تحقیق میں جذبات یا قیاس آرائی کو داخل نہیں ہونا چاہیے اور نہ اسے حمایت یا مخالفت سے واستی رکھنا چاہیے۔محقق کا نقطہ نگاہ اور طریقہ کار سائنسی ہونا چاہیے۔سائنسی نقطہ نگاہ، وہ نقطہ نگاہ ہے جو مشتبہ حقائق سے پردہ اُٹھا سکے۔سائنسی طریقہ کار کے ذریعے محقق شک کو یقین اور حقیقت کے عمل میں تبدیلی کرنے کا فریضہ ادا کرتا ہے۔جس آدمی کو غور وفکر سے عشق نہیں وہ ذہنی طور پر ترقی نہیں کرسکتا، جسے مسائل سے دلچسپی نہیں اسے غور وفکر سے عشق نہیں ہوتا۔مسائل سے دلچسپی، ذہنی تجسس کا باعث ہوتی ہے اور ذہنی تجسس آدمی کو جلد بازی سے باز رکھتا ہے اور نئے حقائق کے لیے سرگرمِ تلاش یعنی تحقیق کی ترغیب دلاتا ہے۔

تحقیق ہر فرد کو کچھ نہ کچھ سوچنے اور غور وفکر کرنے پر مجبور کرنے پر مجبور کرتی ہے خواہ مرد

ہو یا عورت، بچہ ہو یا جوان یا بوڑھا۔ ہر ایک کی فطرت میں غور وفکر کرنے اور سوچنے کا عمل قدرت نے ودیعت کر رکھا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر آج تک غور وفکر کا یہ عمل جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کی اہلیہ حضرت حوا کو گندم (یا اس طرح کا کوئی پھل) کھانے سے منع کیا تو ابلیس نے آکر انہیں بہکایا کہ اگر آپ نے اس ممنوعہ شجر کا پھل کھا لیا تو ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو زیادہ دنوں تک جنت میں نہیں رکھنا چاہتا اسی لیے اس پھل کو کھانے سے منع کیا ہے۔ حضرت آدم وحوا ابلیس کے اس بہکاوے میں آگئے اور سوچا اگر ہم اسے کھائیں گے تو ہمیشہ کے لیے یہیں جنت میں رہیں گے وگرنہ کہیں اور بھی بھیجے جا سکتے ہیں، تھوڑا غور وفکر کے بعد اسے کھا ہی لیا۔ حکم عدولی کی بنا پر جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دیئے گئے۔

مردودِ بارگاہِ الٰہی کے مرتکب ٹھرنے اور جنت سے نکالے جانے کے بعد حضرت ابراہیم نے خدا کی جستجو کے، بہت غور وفکر کیا اور یہ جاننا چاہا کہ ہمارا خدا کون ہے؟ انہوں نے کبھی ستاروں کو کبھی چاند کو، کبھی سورج کو اور دیگر اشیاٗ کو خدا کا متصور سمجھا۔ ایک مدت تک خدا کی تلاش میں سر گرداں رہے آخر! انتھک تلاش وجستجو کے بعد اپنے معبود حقیقی کو پا ہی لیا۔ غور وفکر اور سوالو وجواب یعنی مکالمہ کا عنصر حضرت آدم وحوا تک محدود نہیں ہے بلکہ بعد کو یعنی اب بھی انسان کا یہ مصرف رہا ہے کہ وہ کاینات کے اور مطلق کائنات کے اسرار رموز سے آگاہی اور اس کی ہیئت و ماہیت کا صحیح ادارک کرنے کے لیے اپنے بزرگوں اور بڑوں سے طرح طرح کے سوالات کرتا یے اور چیزوں سے متعلق جاننا چاہتا ہے۔

تشکیک وحقائق کی دریافت کا عمل بچپن سے شروع ہو جاتا ہے۔ اگر بچے کی موجودگی میں اس کا باپ کہیں جا رہا ہو تو ہو پوچھتا ہے کہ: ''ابا! آپ کہاں جا رہے ہیں؟'' اسی طرح بچے کی موجودگی میں اس کا باپ جب گھر آتا ہے تب بھی ہو بچہ پوچھتا ہے کہ ابا کہاں گئے تھے؟ بچہ جب کوئی چیز دیکھتا ہے تو اس کے متعلق دریافت کرتا ہے کہ یہ کیا ہے؟ کہاں تھی؟ اسے کون لایا؟ بچے ہی کیا ہم بھی جب اپنے پڑوسی کے گھر میں کسی نئے چہرے کو دیکھتے ہیں تو یہ جاننا چاہتے ہیں کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ کس لیے آیا ہے؟ اور اس سے متعلق قیاس آرائی کرتے ہیں، غرض یہ کہ تحقیق، تلاش وجستجو، دریافت اور چھان بین انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے جو ہمیں تحقیق کرنے کا جواز مہیا کرتی ہے اور یوں

ہم کائنات کے اسرار رموز کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ یہ صرف تحقیق سے ہی ممکن ہے کیونکہ تحقیق ہی کسی چیز کی اصلیت اور نقلیت کے درمیان میّز کرتی ہے۔

تحقیق ایک مسلسل عمل ہے۔ نئے واقعات کا علم ہوتا رہتا ہے اور مرور وقت کے ساتھ ہوتا رہے گا۔ اس لیے کہ ذرائع معلومات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کونسی حقیقت کتنے پردوں میں چھپی ہوئی ہے۔ اکثر صورتوں میں ہوتا یہ ہے کہ حجابات بالتدریج اُٹھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تحقیق کی اصلیت کا تعین اس وقت تک حاصل شدہ معلومات پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ واضح ہو جانا چاہیے کہ اس سے نئی معلومات کی نفی نہیں ہو سکتی۔ جب بھی ایسی معلومات حاصل ہوں گی جو اصولِ تحقیق کے مطابق قابل قبول ٹھرے تو اسے لازماً قبول کر لیا جائے گا اور اس کے مطابق صورتِ حال کو تسلیم کر لیا جائے گا۔ خواہ وہ نئی معلوموت سابقہ مسلمات کی تکذیب کرتی ہو یا ان کی مزید تصدیق کرتی ہے۔ دریافت کا عمل اسی طرح جاری رہتا ہے۔ اس عمل سے تحقیق کا سفر آگے بڑھتا ہے۔

تحقیق نہ صرف شک کو رفع اور تحیر کو دور کرتی ہے بلکہ آدمی کے لیے نئی نئی راہیں کھولتی ہے۔ وہ مسائل کو حل کرتی اور گتھیوں کو سلجھاتی ہے۔ وہ خامیوں کو دور کرتی ہے اور خوب سے خوب تر جستجو میں رہتی ہے۔ تحقیق آئینِ نو کی قدر کی سکھاتی ہے۔ انسان کے مقاصد کی تکمیل میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

موجودہ دور میں بہت سی علمی و مادی ترقی کا سبب یہی تحقیق ہے۔ ریل اور جہاز کی تیز رفتاری نے سفر اور ذرائع آمد و رفت میں آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ انجینرنگ کے کارناموں نے اُولادِ آدم کو مبہوت کر رکھا ہے۔ بجلی کی روشنی سے تاریک دیہات جگمگا رہے ہیں۔

ریڈیو اور ترانسسٹر نے ایک ملک کو دوسرے ملک سے باہم شیر و شکر کر دیا ہے۔ ریگ زار، سر سبز و شاداب میدانوں میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ بنجر زمیں لہلاتے کھیتوں میں بدل رہی ہے۔ بہت سے خطرناک امراض کا تقریباً خاتمہ ہو چکا ہے یا اس کا کامیاب علاج تلاش کیا جا چکا ہے۔ غرض علوم و فنون کی ترقی، تعلیم و تربیت کے ماہرانہ طریقے، زندگی کی راحت کے سامان کی فراوانی، انسانی دُکھوں کا علاج اور مشکلات کا حل، تحقیق ہی کی بدولت ہے۔ مختصر یہ کہ تحقیق کا مقصد انسانیت کی خدمت ہے۔

☆☆☆

حواشی:

۱۔ عبدالستار، ردولوی، مرتبہ، ادبی ولسانی تحقیق اُصول اورطریق کار، کراچی، انجمن ترقی اُردو،۱۹۸۴،ص ۷۷

۲۔ ادبی ولسانی تحقیق اُصول اورطریق کار،ص،۸۹

۳۔ ایضاً،ص،۱۳

۴۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، نئی تنقید، دہلی ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،۱۹۹۴ء،ص ۶۶

۵۔ ادبی ولسانی تحقیق اُصول اورطریق کار،ص،۱۱۱

۶۔ گیان چندجین، ڈاکٹر، تحقیق کافن، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، طبع سوم،۲۰۱۲،ص،۲۰

۷۔ ادبی ولسانی تحقیق اُصول اورطریق کار،ص،۱۰۱

۸۔ گیان چندجین، ڈاکٹر، تحقیق کافن، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، طبع سوم،۲۰۱۲،ص ۳۶